✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت ایمان
وقت 5-7 منٹ

ایمان کی ستّر شاخوں میں سے کچھ کا تذکرہ

(تقریر نمبر12)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَ لَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ۚ اِنۡ یَّکُنۡ غَنِیًّا اَوۡ فَقِیۡرًا فَاللّٰہُ اَوۡلٰی بِھِمَا ۟ فَلَا تَتَّبِعُوا الۡھَوٰۤی اَنۡ تَعۡدِلُوۡا ۚ وَ اِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا (النساء:136)

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

(درثمین)

معزز سامعین! آج کی تقریر کے لیے خاکسار نے ایمان کی جو چند شاخیں چُنی ہیں اُن میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا، معاملات (عہد وپیمان) کو پورا کرنا اور لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا شامل ہیں۔

خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ وَ اشۡکُرُوۡا لِیۡ وَ لَا تَکۡفُرُوۡنِ (البقرہ:153)

یعنی میرا ذکر کیا کرو مَیں بھی تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

احادیث میں ذکر ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعات کو بہت لمبا کرتے جن میں سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران کی تلاوت فرماتے۔ آپؐ کے اتنا لمبا کھڑا ہونے سے آپؐ کے پاؤں سوج جاتے۔ آپؐ کے رکوع و سجود بھی بہت طویل ہوتے۔ ایسے لگتا جیسے ہنڈیا سے پانی اُبلنے کی آواز آپؐ کے سینے سے آرہی ہو اور جب آپؐ سے کہا گیا کہ جب خدا نے آپؐ کو بخش دیا ہوا ہے تو پھر اتنی لمبی عبادت کیوں بجالاتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا اَفَلَا اَکُوۡنُ عَبۡدًا شَکُوۡرًا۔

(مسلم، شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ 108 حدیث 251)

کہ اگر خدا کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ اُس نے میری تمام کمزوریوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور میرے استغفار کو قبول کیا ہے تو کیا مَیں اِن احسانات کا شکر ادا کرنے میں لمبی نمازیں نہ پڑھوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس بات سے (بھی) راضی ہوتا ہے کہ بندہ کھانا کھا کر اس کا شکر ادا کرے یا پانی پی کر اس کا شکر ادا کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار)

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تمام نعمتوں کا اقرار دل سے، زبان سے اور عمل سے کرنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ ایسا نہ کرنا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اسی لیے جیسے ہی یہ آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ادا کیے: لَا بِشَیۡءٍ مِنۡ نِعۡمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الۡحَمۡدُ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ہمارے ربّ! ہم تیری کسی بھی نعمت کا انکار نہیں کرتے۔ پس سب تعریف تیرے لیے ہے۔

سامعین! شکر یہ ہے کہ انسان نہ صرف خدا کی عطا کی ہوئی نعمت کو پہچانے، اس کا اقرار کرے بلکہ نعمت دینے والے کے لیے عاجزی اختیار کرے، اس سے محبت کرے اور اس نعمت کے دینے والے کے احکامات پر عمل کرے۔ اس کے مطابق انسان نہ صرف اپنے ربّ کا احسان مند ہوتا ہے بلکہ ان تمام لوگوں کا بھی احسان مانتا ہے جن سے اسے کسی قسم کی خیر پہنچتی ہے۔ جب بندہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے تو یہ اس کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اعتراف اور دنیا و آخرت کی خیر اور بھلائیوں کا اقرار ہے۔ نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بندہ اپنے ربّ سے راضی ہے۔ اگر ہم شکر گزاری کے اس مفہوم کے مطابق خود کو پرکھیں تو بڑی آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم ایک شکر گزار انسان ہیں یا ناشکرے۔

سامعین! یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ انسان کی روحانی ترقی کے بھی سامان فرماتا ہے اور دنیاوی ترقی کے بھی سامان فرماتا ہے۔ پس ایک مؤمن جب یہ دونوں طرح کے فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے برستے دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں پہلے سے زیادہ بڑھے اور خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کا سب سے بہترین طریق اس کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اس کی عبادت کرنا ہے جسے ہر وقت ہر مؤمن کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ اس کے آگے جھکنا ہے اور اپنے ہر کام کے نیک نتائج کو خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف منسوب کرنا ہے، اس کے فضل کی طرف منسوب کرنا ہے اور یہی حقیقی مؤمن کہلاتے ہیں جو اس سوچ کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہوتے ہیں۔ ہمیں اس بات پر بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اُس نے انسان کو بے انتہا استعدادوں کے ساتھ پیدا کیا اور پھر اُس کو بیان کرنے کی طاقت بھی عطا فرمائی۔ وہ ساری قوتیں اور طاقتیں عطا فرمائیں جو ہمیں حیوانوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ انسان کو عقل دی، علم دیا جس سے وہ تحقیق کے مراحل طے کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرت کی گواہی دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو جو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو اس کی پرورش کے لئے اپنی نعمتیں بھی اُتاری ہیں۔ ہمیں یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ جو رزق مہیا ہو رہا ہے یہ اللہ کے سوا کوئی اور مہیا کر رہا ہے۔ اس رزق کا پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ربُّ العالمین ہے۔ زمین جو رزق پیدا کر رہی ہے اس رزق کے پیدا کرنے کے لئے بھی آسمان کی مدد کی ضرورت ہے۔ آسمانی پانی نہ ہو تو زمینی پانی بھی خشک ہو جاتا ہے۔ پس زمین سے رزق پیدا کرنے والا بھی خدا ہے اور آسمان سے ان ذرائع کا پیدا کرنے والا بھی خدا ہے جو زمینی رزق پیدا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں اور ہمیں اُس رازق کا ہر لحہ شکر گزار بننا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ فضلوں پر ہم کس طرح شکر گزار ہو سکتے ہیں، اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے۔ اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت اور تقویٰ کی راہیں اختیار کر لیں تو مَیں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو، کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 49۔ ایڈیشن 2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ طور پر یہ عرض کیا ہے کہ "کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس"۔ ہر لحہ ہمیں خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اپنے دل و دماغ کو اسی آس سے تازہ رکھنا چاہئے۔ ہر لحہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے اپنی زبانوں کو تر رکھ کر اپنی شکر گزاری کا اظہار کرنا چاہئے۔ ہر لحہ ہمیں اپنے عملوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھال کر اپنے جسم کے ذرّہ ذرّہ کو خدا تعالیٰ کا شکر گزار بنانا چاہئے اور پھر جب ہماری یہ حالت ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ بھی ہمیں اپنی رحمتوں اور فضلوں کی چادر میں مزید لپیٹ لے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ۔ پس تم میرا ذکر کیا کرو مَیں بھی تمہیں یاد رکھوں گا۔ وَاشۡکُرُوۡا لِیۡ وَلَا تَکۡفُرُوۡنِ۔ اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ پس جب بندہ خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا کوئی عمل بغیر جزاء کے نہیں جانے دیتا بلکہ کئی سو گنا تک جزاء دیتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ یکم جولائی 2011ء)

معاملات (عہد و پیمان) کو پورا کرنا

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنے برگزیدہ بندوں کی ایک صفت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا (البقرہ:178)

کہ جب وہ کوئی وعدہ کریں تو اسے پورا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور موقع پر عوام الناس کو نصیحت کے رنگ میں حکماً فرمایا:

وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَہۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَہۡدَ کَانَ مَسۡـُٔوۡلًا (بنی اسرائیل:35)

کہ اپنے وعدوں کو پورا کرو یقیناً ہر ایک عہد سے متعلق پوچھا جائے گا۔

ایک مؤمن کے ایمان کا یہ اٹل حصّہ ہے کہ وہ اپنا عہد، اپنا وعدہ نبھائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا وعدہ نبھانے میں ہمارے لیے ایک مثال تھے۔ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ کفار کو بھی آپؐ کے وعدوں پر اعتبار ہوتا تھا۔ ہمیں تاریخ میں کئی مثالیں ملتی ہیں۔ اس امر کی واضح شہادت ہمیں صلح حدیبیہ کے موقع پر ملتی ہے جب معاہدہ میں یہ بات طے پائی کہ مدّت صلح (جو دس سال تھی) کے دوران جو بھی کفار کی طرف سے مسلمان ہو کر آپؐ کے پاس آئے گا اسے واپس کیا جائے گا۔ چنانچہ جب سہیل کا بیٹا ابو جندل مسلمان ہو کر آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے اپنے وعدے کی پاسداری کرتے ہوئے اسے واپس بھیج دیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ خلافی کرنے والے کو منافق کہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق وہ ہے جو وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الشھادات)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ انصاف کے کٹہرے میں سب سے پہلے اپنی ذات کو کھڑا کیا۔ جب کبھی کسی نے آپؐ سے زیادتی کے بدلہ کا مطالبہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ آگے بڑھ کر اُس کی بات کو پورا کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" مؤمن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں یعنی ادائے امانت اور ایفائے عہد کے بارہ میں کوئی دقیقہ تقویٰ اور احتیاط کا باقی نہیں چھوڑتے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ جلد پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 239)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

" انسان کی پیدائش میں دو قسم کے حسن ہیں۔ ایک حسن معاملہ اور وہ یہ کہ انسان خدا تعالیٰ کی تمام امانتوں اور عہد کے ادا کرنے میں یہ رعایت رکھے کہ کوئی امر حتی الوسع ان کے متعلق فوت نہ ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں رَاعُون کا لفظ اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایسا ہی لازم ہے کہ انسان مخلوق کی امانتوں اور عہد کی نسبت بھی یہی لحاظ رکھے یعنی حقوق اللہ اور حقوقِ عباد میں تقویٰ سے کام لے۔ یہ حسن معاملہ ہے۔ یا یوں کہو کہ روحانی خوبصورتی ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 218)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" آج کل کے معاشرے میں ایک یہ بھی بیماری عام ہے کہ بات کرو تو مکر جاؤ، وعدہ کرو تو اسے پورا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لو، جب کوئی عہد کرو تو اس کو توڑنے کے بہانے تلاش کرو کیونکہ دوسری طرف بہتر مفاد نظر آرہا ہوتا ہے اور یہ باتیں انفرادی طور پر بھی اور جہاں پانچ دس افراد اکٹھے مل کر کام کر رہے ہوں، کوئی مشترکہ کاروبار ہو وہاں بھی اور بدقسمتی سے ملک ملک سے بھی جب معاہدے کرتے ہیں تو بدعہدی اور زیادتی کر رہے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب کسی امیر ملک اور غریب ملک میں کوئی معاہدہ ہو تو بعض دفعہ اپنے مفاد منوانے کی خاطر دباؤ ڈالتے ہیں اور اگر دباؤ میں آنے سے کوئی انکاری ہو تو پھر معاہدوں میں بدعہدیاں شروع ہو جاتی ہیں تو بہر حال یہ ایک ایسی برائی ہے جو شخصی معاہدوں سے لے کر بین الاقوامی معاہدوں تک حاوی ہے، سب تک پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ فرمایا اگر تم میری محبت چاہتے ہو، یہ چاہتے ہو کہ مَیں تم سے راضی رہوں، یہ چاہتے ہو کہ مَیں تمہاری دعاؤں کو سنوں تو تقویٰ اختیار کرو، مجھ سے ڈرو، میری تعلیم پر عمل کرو۔ اور تعلیم میں سے بھی ایک بہت اہم تعلیم اپنے عہد کو پورا کرنا ہے، اپنے وعدوں کا پاس رکھنا ہے۔ تو قرآن کریم نے مختلف پیرایوں میں، مختلف حالات میں عہد کی جو صورتیں ہو سکتی ہیں ان پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتا ہے کہ نیکیاں قائم کرنے کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی ادا کرو اور ان کو ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو بھی پورا کرو اور بندوں سے کئے گئے معاہدوں اور وعدوں پر بھی عملدرآمد کرو"

(خطبہ جمعہ 27؍ فروری 2004ء)

عدل وانصاف

سامعین! جس آیت کی مَیں نے تقریر کے آغاز تلاوت کی ہے اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ خواہ کوئی امیر ہو یا غریب دونوں کا اللہ ہی بہترین نگہبان ہے۔ پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا عدل سے گریز کرو اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلو تہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بہت باخبر ہے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے جس طرح اور جس معیار کے عدل وانصاف کے نمونے قائم کرنے کی مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کسی اور مذہبی کتاب میں یہ معیار موجود نہیں ہے۔ لیکن افسوس اِس بات کا ہے کہ انصاف عدل ایمان کا حصہ ہونے کے باوجود ایک بڑا طبقہ مسلمانوں کا اِس پر صحیح طرح عمل نہیں کرتا اپنے فائدے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں، غلط گواہیاں دیتے ہیں۔ بعض اوقات عدالتیں بھی انصاف نہیں کرتیں جس کی وجہ سے معاشرے میں کئی بُرائیاں جنم لیتی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت میں تو بچپن سے ہی عدل وانصاف کا پاکیزہ جذبہ سمندر کی طرح موجزن تھا اور جب اس منصف مزاج وجود پر عدل وانصاف پر مبنی قرآن کی نورانی شریعت اُتری تو نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ کا نظارہ دنیا نے دیکھا۔ قرآن شریف نے معاشرتی، معاشی اور مذہبی ہر پہلو سے اور ہر سطح پر قیام عدل کے ایسے اصول قائم فرمائے ہیں جن کے نتیجے میں بانیٔ اسلامؐ نے حقیقی بین الاقوامی عدل قائم کرکے دکھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انصاف اور عدل کا نمونہ ہمیں ہر جگہ نظر آتا ہے۔ آپ کسی لمحہ بھی انصاف کرنے سے پیچھے نہیں ہٹے اور صحابہؓ کو بھی اسی نمونے پر عمل کرنے کی تلقین کی مثلاً اولاد سے عدل، بیویوں سے عدل، مظلوم خواتین سے عدل، مجبور غلاموں سے عدل وغیرہ۔

سامعین! دیکھیں! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل وانصاف کو قائم کرتے ہوئے ایک یہودی اور ایک مسلمان کے معاملے کا کس طرح فیصلہ فرمایا۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک یہودی کا ایک صحابی کے ذمہ چار درہم کا قرض تھا جس کی میعاد ختم ہوگئی تھی۔ اُس یہودی نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ اِس شخص کے ذمہ میرا چار درہم قرض ہے اور یہ مجھے ادا نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس صحابی کو بلایا جن کا نام عبداللہ تھا اور انہیں کہا کہ اس یہودی کا حق دے دو۔ حضرت عبداللہ نے عرض کی کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مجھے قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ مَیں نے دینا ہے لیکن اِس وقت طاقت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ انہیں فرمایا کہ اس شخص کا قرض واپس کرو۔ عبداللہ نے پھر وہی عرض کیا اور عرض کی کہ مَیں نے اسے کہہ دیا ہے کہ آپ ہمیں خیبر بھجوائیں گے اور مال غنیمت میں سے کچھ حصہ دیں گے اور واپس آکر مَیں اس کا قرض چکا دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اس کا حق ادا کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات تین دفعہ فرمادیتے تھے تو وہ قطعی فیصلہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ اسی وقت بازار گئے۔ انہوں نے ایک چادر بطور تہ بند کے باندھی ہوئی تھی اور سر کا کپڑا بھی تھا۔ سر کا کپڑا اُتار کر انہوں نے تہ بند کی جگہ باندھ لیا اور چادر چار درہم میں بیچ کر قرض ادا کر دیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 336 حدیث 15570 مسند ابن أبی حدرد الاسلمی ؓ)

سامعین! ہمارے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انصاف کے بارے میں کئی مثالیں ہیں یہاں ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے سے بہت پہلے جوانی کے زمانے کا ایک واقعہ روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ اپنے والد کے مزارعین کے خلاف ایک مقدمے میں آپ پیش ہوئے اور حق وانصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے حق بات کی جس کا فائدہ مزارعین کو ہوا اور ان کے والد کا نقصان ہوا۔ آپ کے وکیل نے آپ کو پہلے کہا بھی کہ جس طرح مَیں کہتا ہوں اگر اس طرح گواہی نہ دی تو نقصان ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ جو بھی ہو جو حق بات ہے مَیں تو وہی بتاؤں گا۔ تو بہرحال جج نے مزارعین کے حق میں ڈگری دے دی اور دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ مقدمہ کے ہارنے کے بعد، جب آپ کے خلاف فیصلہ ہوگیا اور آپ عدالت سے واپس ہوئے تو اس طرح خوش خوش واپس آرہے تھے کہ لوگ جن کو اس فیصلہ کا پتا نہیں تھا وہ سمجھے کہ شاید آپ مقدمہ جیت کر واپس آرہے ہیں۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 72 تا 73۔ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 298)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء کی آیت 136 کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

” پس یہ وہ حکم ہے عدل کے معیار قائم کرنے کا۔ ذاتی گھریلو معاملات میں بھی اور معاشرتی معاملات میں بھی کہ جیسے بھی حالات ہو جائیں انصاف اور عدل پر ہمیشہ قائم رہنا ہے۔ مؤمنوں کو یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق مؤمن کی گواہی ہونی چاہئے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ پر کامل

ایمان ہو ایمان کا معیار انتہائی اعلیٰ درجہ کا ہو اور مضبوط ہو۔ اس بات پر انسان قائم ہو کہ جو بھی حالات مجھ پر گزر جائیں مَیں نے انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنا ہے اور یہ مضبوطی اسی وقت پیدا ہوتی ہے یا اس کی مضبوطی کا تبھی پتا لگے گا جب انسان اپنے خلاف بھی گواہی دینے کے لئے تیار ہو۔ اپنے بیوی بچوں کے خلاف بھی گواہی دینے کے لئے تیار ہو۔ اپنے والدین کے خلاف بھی اگر ضرورت پڑے تو گواہی دینے کے لئے تیار ہو۔ قریبی رشتہ داروں کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تو تیار ہو۔ فرمایا کہ خواہشات کی پیروی عدل سے دُور کرتی ہے۔ اگر اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگ گئے تو عدل اور انصاف سے دُور ہو جاؤ گے۔"

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"مؤمن کا یہ کام کبھی نہیں ہے کہ انصاف قائم نہ کرے۔ مؤمن کا یہ کام ہے کہ انصاف قائم کرے اور تقویٰ سے کام لے اور اپنا معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑے جو ہر چیز سے باخبر ہے۔ ایک حقیقی مؤمن کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مضبوطی سے پکڑے اور اس پر قائم ہو اور اس میں ذرہ برابر بھی لاپرواہی نہ ہو۔ ایک حقیقی مسلمان کا نمونہ بن کر دکھانا ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ہر عمل اور فعل خدا تعالیٰ کی خاطر ہو۔ یہ حقیقی مسلمان کی نشانی ہے۔ ایک حقیقی مؤمن کی نشانی ہے۔ انصاف کی تائید میں گواہ بننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اسلامی تعلیم پر ایسے کاربند ہو، اس طرح عمل کرو کہ تمہارا عمل یا عملی نمونہ لوگوں کے لئے، دوسرے مذاہب کے لئے، معاشرے کے لئے ایک مثال بن جائے۔ دوسری قوموں کے لئے مثال بن جائے۔"

(خطبہ جمعہ 10/نومبر 2017ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡